ساقی فاروقی کی غزل

ڈاکٹر شیر علی

Abstract:

Saqi Faruqi is one the most important literary fiqure of England. He has concevied very rare aspects of such a life that is away from one's home land. Saqi has complete command over his craft that's why he has been successful to creat a wonderful world of Urdu Ghazal. In this short article, the very nature of Saqi's Ghazal has been briefly analyzed and discussed.

ساقی فاروقی (پیدائش: ۲۱ردسمبر ۱۹۳۵ء) کی ادبی شخصیت کئی جہات میں پھیلی ہوئی ہے۔ اردو غزل، نظم، تنقید، سوانح نگاری اور ادبی 'معرکہ آرائی''، وہ ہر میدان میں اپنی مخصوص انفرادیت اور تشخص رکھتے ہیں۔ ''سرخ گلاب اور بدرِ منیر'' کے نام سے ان کی تمام غزلوں اور نظموں پر مشتمل کلیات ۲۰۰۵ء میں سنگِ میل پبلی کیشنز کی طرف سے شائع ہوا۔ اس میں ان کے درج ذیل شعری مجموعے شامل ہیں:

- پیاس کا صحرا ۱۹۵۵ء تا ۱۹۶۶ء
- رادار ۱۹۶۷ء تا ۱۹۷۷ء
- بہرام کی واپسی ۱۹۷۸ء تا ۱۹۸۴ء
- حاجی بھائی پانی والا ۱۹۵۸۵ء تا ۲۰۰۱ء
- نئی غزلیں نئی نظمیں ۲۰۰۲ء تا ۲۰۰۴ء

۲۰۰۸ء میں اکادمی بازیافت کراچی سے ''شاہ دولہ کا چوہا اور دوسری نظمیں'' کے زیرِ عنوان ان کی تمام منظومات اور ۲۰۰۴ء میں ''غزل ہے شرط'' کے زیرِ عنوان ان کی تمام غزلیات شائع ہو چکی ہیں۔

ساقی فاروقی نے اپنے پچاس سالہ ادبی سفر کو ''پچاس برس کے سوگ'' کہا ہے یعنی بقولِ میرؔ:

مجھ کو شاعر نہ کہو میرؔ کہ صاحب میں نہیں
درد و غم کتنے کیے جمع تو دیوان کیا (۱)

سو یہی صورت ساقی کے ہاں نظر آتی ہے۔ ریختہ کو انھوں نے پردہ سخن کا کیا جو آخرِ کار ان کا فن ٹھہرا۔ ان کی غزل اور نظم میں وہ توانائی نظر آتی ہے کہ ان کا نام اردو شاعری کی روایت میں ایک ناگزیر حیثیت اختیار کر جاتا ہے۔ ان کی غزل میں جدت کا احساس صرف لفظیاتی سطح پر محسوس نہیں ہوتا بل کہ ان کی غزل کی جدت بنیادی طور پر ان کے جدید طرزِ احساس کی مرہونِ منت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بظاہر سادہ الفاظ اور سلیس اسلوب میں ان کے ہاں جدتِ تغزل کا احساس متاثر کن معلوم ہوتا ہے:

سفر میں رکھ، مجھے میری جدائیوں سے پرکھ
فراق دے ابھی خاکِ وصال میں نہ ملا
یہ کہہ کے ہمیں چھوڑ گئی روشنی اک رات
تم اپنے چراغوں کی حفاظت نہیں کرتے

ان کی شاعری کا تجزیہ کرتے ہوئے شمس الرحمن فاروقی نے کئی اہم نکات کی نشاندہی کی ہے۔ ان کے مطابق:

"ساقی فاروقی کی شاعری کئی معنی میں ہمارے زمانے میں عدیم المثال اور بے نظیر شاعری ہے۔ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ ان کے یہاں جذبہ، دانش، فکر اور تجربہ، سب کا متوازن امتزاج ملتا ہے۔ "تجربہ" سے مراد حسی اور ذہنی تجربات بھی ہیں اور ہیئت و اسلوب کے تجربات بھی.... دوسری بات یہ کہ ساقی نے مغرب کی تہذیب، فن اور معاشرت کو باہر سے آ کر چند دن رہ کر چلے جانے والے سیاح کی نظر سے نہیں بل کہ اندر سے برت کر، اس میں اتر کر، اس کی رسومیات و علامات کو اپنے اندر جذب کر کے دیکھا ہے، اس کے باوجود وہ اردو کے شاعر ہیں۔ ان کے باطن کا منظر نامہ مشرقی ہے اور ان کے ذہن و دانش نے مغرب کو اپنے شرائط پر قبول کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ساقی کی شاعری ہمارے زمانے کی سب سے تازہ کار شاعری ہے۔"(۲)

اس تازہ کاری میں کئی عناصر کا امتزاج شامل ہے جس میں ان کا وسیع مطالعہ، مشاہدہ، تجربہ، شاعری کی روایت سے مکمل آگہی اور ادراک، اردو غزل کے رموز و علائم سے کامل واقفیت اور ان پر مکمل قدرت اور ان سب سے بڑھ کر روایت کے کامل شعور اور پیروی کے باوجود روایتی پن سے ان کا کلی انحراف ان کی غزل کو وہ تازہ کاری بخشتا ہے:

جینے کا حوصلہ ہو تو زنداں کی ساری عمر
مقتل کی ایک صبح پہ قربان کر کے دیکھ
میرے احساس میں یہ آگ بھری ہے کس نے
رقص کرتا ہے مری روح میں شعلہ کیسا

وہ خدا ہے تو مری روح میں اقرار کرے
کیوں پریشان کرے دور کا لِسنے والا (۳)

ان کی غزل گہرے سماجی شعور اور مشرق و مغرب کی معاشرت، تہذیب، سماجی طبقاتی نظام، سرمایہ دارانہ استحصال، نام نہاد کھوکھلی آزادیوں کے ادراک پر مبنی ہے:

میرے ہمراہ وہی تہمتِ آزادی ہے
میرا ہر عہد وہی عہد اسیری نکلا
خوابوں کا ایک شہر ہے آنکھوں کے سامنے
اس شہر کی تلاش میں صحرا مگر نہ ہو
ہم اہلِ خوف کو تہمت ہوئی ہے آزادی
کہ ساری عمر گرفتار ایک آن میں ہے (۴)

ان کے ہاں بظاہر ''وصال کی خوشبو'' کا اظہار بڑی شد و مد سے ملتا ہے لیکن بنیادی طور پر ان کی غزل ان کی روح کی افسردگی اور کرب ناکی کا شاعرانہ بیانیہ ہے۔ دنیا کی ظاہری لطافتیں ان کے روحانی گھاؤ بھر نہیں پاتیں! یہی وجہ ہے کہ ان کے ہاں بظاہر محبوب کا ایک جسمی وصال نظر آتا ہے لیکن بہت جلد افسانہ و افسوں کی یہ فضا چھٹنے لگتی ہے اور ان کی روح کے زخم اپنی بہار دکھانے لگتے ہیں:

ترے وصال کی خوش بو سے بڑھتی جاتی ہے
نہ جانے کون سی دیوار درمیان میں ہے
شاید مرے بوسوں میں رنگوں کے خزانے تھے
وہ صورتِ افسردہ گلنار نظر آئی
یہ روح کی بستی پھر مسمار نظر آئی
تعمیر کی ہر سازش بے کار نظر آئی
وہ مری روح کی الجھن کا سبب جانتا ہے
جسم کی پیاس بجھانے پہ بھی راضی نکلا
روح کا دشت وہی جسم کا ویرانہ ہے
ہر نیا راز پرانا لگا، باسی نکلا
میں وہ مردہ ہوں کہ آنکھیں مری زندوں جیسی
بین کرتا ہوں کہ میں اپنا ہی ثانی نکلا (۵)

ان کی غزل میں زندگی کی بے ثباتی اور ناتمامی کا عنصر بھی نمایاں ہوا ہے۔ بے ثباتی اور ناتمامی کا یہ احساس برطانوی معاشرت میں مزید شدید ہو جاتا ہے اور بعض صورتوں میں شدید احساسِ تنہائی کا روپ دھار لیتا ہے۔ اسی

احساس کے تحت ان کی غزل میں ''فلک'' کا گلہ بھی نظر آتا ہے۔

وہ لوگ جو زندہ ہیں وہ مرجائیں گے اک دن
اک رات کے راہی ہیں، گزر جائیں گے اک دن
میں پھر سے ہو جاؤں گا تنہا اک دن
بین کرے گا رُوح کا سناٹا اک دن
ہمیں تباہ کیا آب و گِل کی سازش نے
کہ ایک دوست ہمارا بھی آسمان میں ہے (۶)

ساقی فاروقی کی غزل مسافرت اور مہاجرت کی ایک الم ناک داستان ہے۔ ان کے نزدیک دنیاوی آسائشوں کا حصول ''سائے کا تعاقب'' ثابت ہوتا ہے۔ مہاجرت کی زندگی شدید کرب ناکی اور احساسِ تنہائی کا روپ دھار لیتی ہے۔ اس احساس کے تحت شاعر ان تمام بچھڑے ہوئے دوستوں اور لوگوں کو عالمِ تصور میں پکارتا ہے:

مجھے خبر تھی مرا انتظار گھر میں رہا
یہ حادثہ تھا کہ میں عمر بھر سفر میں رہا
سائے کے تعاقب میں گنوائی ہے مگر عمر
ہر سمت وہی ایک صدا لے گئی ہم کو

وہ اندھیرا ہے کہ تنہائی سے ہول آتا ہے
سارے بچھڑے ہوئے لوگوں کو صدا دو کوئی (۷)

مندرجہ بالا کیفیات اور محسوسات کے نتیجے میں بظاہر تشکیک کا حامل شاعر شدید احساسِ تنہائی میں اپنے خدا کو پکارنے لگتا ہے یا پھر شاعر کے مطابق اکیلا خدا اسے آواز دے رہا ہے:

میرا اکیلا خدا یاد آ رہا ہے مجھے
یہ سوچتا ہوا گرجا بلا رہا ہے مجھے (۸)

ساقی فاروقی کی غزل میں محبت کا ایک نیا زاویۂ نظر سامنے آتا ہے۔ مذکورہ زاویۂ نظر کے تحت ان کی غزل رنگ و نور کا طیفِ منور محسوس ہونے لگتی ہے۔ لفظوں کی استادانہ بنت اور اسلوب کی چابک دستی اشعار کو فنی شاہکار بنا دیتی ہے۔ ان کی غزل سلیم احمد کے نظریۂ شعر ''نئی نظم اور پورا آدمی'' پر پوری اترتی ہے کیوں کہ ان کی غزل میں ہمیں ایک گوشت پوست کے انسان سے واسطہ پڑتا ہے جو اپنی تمام تر پارسائی اور دین داری کے باوجود اپنی گناہ گاری کو اپنا بنیادی انسانی حوالہ اور اپنا سراغ گردانتا ہے۔ ان کی غزل میں اگر مکروہاتِ زمانہ کا ذکر ہے تو شاعر اپنے آپ کو ان مکروہات سے بالاتر تصور نہیں کرتا بل کہ اپنے آپ کو ان کا حصہ مانتا ہے اور اسی رویے کی وجہ سے ان کی شاعری ''آدمیت'' کی علم بردار ہوتے ہوئے منفرد ٹھہرتی ہے:

ترے فراق کی قیمت ہمارے پاس نہ تھی
ترے وصال کا سودا ہمارے سر میں رہا
یہ آگ ساتھ نہ ہوتی تو راکھ ہو جاتے
عجیب رنگ ترے نام سے ہنر میں رہا
مجھے گناہ میں اپنا سراغ ملتا ہے
وگرنہ پارسا و دین دار میں بھی تھا

میں کیا بھلا تھا یہ دنیا اگر کمینی تھی
درِ کمینگی پہ چوبدار میں بھی تھا (۹)

مشتاق احمد یوسفی ان کی شاعری کی اوریجنلٹی اور ان کی شخصیت کے جلالی پہلو کو اپنے شگفتہ اسلوب میں بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

""آپ اردو کے نہایت خوب صورت، حد درجہ اوریجنل اور غالباً سب سے بڑے جلالی شاعر ہیں.... نازک مزاج ایسے کہ بور آدمی، کلیشے، خراب شعر اور نیک چلن عورت کو ایک منٹ بھی برداشت نہیں کر سکتے.... چھ سات برس پہلے تک گلے میں رنگ برنگے موتیوں اور منکوں کی مالا پہن کر گھن گرج کے ساتھ شعر پڑھتے تو لوگ شاعری سے چکاچوند ہو کر موتی گننے لگتے۔ حسنِ شعر خوانی میں جب جلالی لہجے اور اعلیٰ درجے کی اسکاچ وہسکی کی ملاوٹ ہو جائے تو شعر سہ آتشہ ہو جاتا ہے۔ پڑھت اس قیامت کی کہ ایک ایک لفظ کو زندہ کر کے سامنے لا کھڑا کرتے ہیں....ایسی ڈرامائی طرز ایجاد کی ہے جس میں اپنے تمام اعضا استعمال کر کے سننے والے کے پانچوں حواس پر چھا جاتے ہیں۔""(۱۰)

مغربی معاشرے میں اپنے قیام کے حوالے سے ساقی فاروقی کہتے ہیں:

""میرا لندن میں رہنا ویسا ہی ہے جیسا کسی پاکستانی یا ہندوستانی کا چین، جاپان یا دبئی میں رہنا .... کراچی میں میری غربت اتنی بڑھ گئی تھی کہ مجھے اپنی بے حرمتی نظر آنے لگی تھی۔ میں فکرِ معاش میں تمام عمر ضائع نہیں کرنا چاہتا تھا.... مغرب میں رہنے سے آدمی مغرب کا نہیں ہو جاتا۔ اردو شاعری میری عظیم محبت ہے۔ کراچی، لاہور اور دلّی میرے خمیر میں ہیں۔ روحِ ہند و پاک میری ذات ہے۔ اردو بولنے اور پڑھنے والے میری طاقت ہیں۔ میرے اثر و رسوخ کا دائرہ اردو کے اثر و رسوخ کے دائرے کے علاوہ نہیں.... میں کمزور آدمی نہیں کہ کسی نئے خیال اور نئے اسلوب سے خوف زدہ ہو جاؤں۔ اپنے ادب، اپنی مٹی اور اپنے کلچر میں میرے پاؤں مضبوطی سے گڑے ہوئے ہیں۔ مجھے بیرونی حملوں سے کوئی خطرہ نہیں..... میں اردو اور صرف

اردو کا شاعر ہوں حالاں کہ انگریزی میں نظمیں لکھتا ہوں.....اور اپنی زبان اردو کے سلسلے میں کسی احساسِ کم تری کا شکار نہیں ہوں۔ اگر میرے دم سے کوئی خفیف لرزش، کوئی تازہ جھونکا اردو شاعری میں آجائے تو میں اپنے آپ کو خوش قسمت سمجھوں گا۔" (۱۱)

حوالہ جات:

(۱) مولوی عبدالحق ۔مرتب: **انتخابِ کلامِ میر**۔ کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان، ۲۰۰۹ء، ص ۲۴

(۲) ساقی فاروقی ۔**سرخ گلاب اور بدرِ منیر**۔ لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۵ء، ص ۱۸-۱۹

(۳) ایضاً ۔ ص ۲۰۶، ۲۱۰، ۲۱۲

(۴) ایضاً ۔ ص ۲۰۷، ۲۱۶، ۲۲۱

(۵) ایضاً ۔ ص ۲۲۱، ۲۱۹، ۲۰۸-۲۰۹

(۶) ایضاً ۔ ص ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۲۱

(۷) ایضاً ۔ ص ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴

(۸) ایضاً ۔ ص ۲۲۶

(۹) ایضاً ۔ ص ۲۲۲، ۲۳۰

(۱۰) ایضاً ۔ ص ۱۶-۱۷

(۱۱) ایضاً ۔ ص ۳۰-۳۲